(۱۶)

اخبار "ہندو ہیرلڈ" کے ایک مضمون کا جواب

(فرمودہ ۲۷/ مئی ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں نے پچھلے دنوں میں جو خطبات موجودہ زمانہ کے فتنہ کے متعلق دیئے ہیں یا جو اشتہارات وغیرہ شائع کئے ہیں۔ ان کے متعلق اہل ہنود میں سے بعض کو یا تو غلط فہمی ہوئی ہے یا انہوں نے دوسروں کو غلط فہمی میں ڈالنا چاہا ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہو مجھے "ہندو ہیرلڈ" کی جو لاہور کا ایک انگریزی پرچہ ہے ایک کاپی خاص طور پر یا تو اخبار والوں نے خود بھیجی ہے یا کسی اور نے اس کا مضمون پڑھ کر بھجوائی ہے۔ اس میں ایک مضمون میرے ان امور کے متعلق لکھا گیا ہے جن کا ذکر میرے خطبات یا اشتہارات میں آیا ہے۔ اور ان کے خلاف اعتراض کئے گئے ہیں۔ آج میں خطبہ کے ذریعہ ان اعتراضات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

مضمون نگار لکھتا ہے آج کل تمام لیڈر امن امن اور صلح صلح پکار رہے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی عملی طور پر امن قائم کرنے کے لئے قدم نہیں اٹھاتا۔ اور سوائے باتوں کے کوئی کام نہیں کرتا۔ اس کے بعد میرے متعلق مضمون نگار نے لکھا ہے۔ مجھے خیال تھا کہ ان کو کسی قدر عقل سلیم سے حصہ ملا ہے اور وہ کسی حد تک معقول بات کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کے تازہ مضامین پڑھنے کے بعد میری امید اور حسن ظنی مایوسی اور بدظنی سے بدل گئی ہے۔

اس بات کے ثبوت میں مضمون نگار نے میری تحریروں اور تقریروں سے تین باتیں خصوصیت سے چنی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ اپنے ہاتھ میں سونٹا رکھیں۔ دوسری یہ کہ میں نے مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ تمام ہندوؤں میں اسلام کی تبلیغ جبر سے کریں اور سب کو مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔ اور تیسری یہ کہ مسلمان ہندوؤں کا پوری

طرح بائیکاٹ کریں اور ان سے کسی قسم کا لین دین نہ کریں۔

میرے مضامین میں مضمون نگار صاحب کو یہ تین باتیں قابل اعتراض نظر آئی ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ آج کل کے زمانہ میں جو عام شورش کی رَو چل رہی ہے میں بھی اس میں بہہ گیا ہوں۔ وہ مجھے نصیحت کرتے ہیں کہ مجھے اپنی جماعت کے لوگوں کو یہ سمجھانا چاہئے کہ امن سے رہیں اور ہندوؤں کے ساتھ امن سے زندگی بسر کرنی چاہئے۔

چونکہ مضمون نگار صاحب نے اپنے خیالات سے پبلک طور پر آگاہ نہیں کیا۔ اور مجھے کبھی ان کے سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس وجہ سے میں ان سے واقف نہیں ہوں۔ اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ذاتی خیالات موجودہ حالات اور واقعات کے متعلق کیا ہیں۔ لیکن عام حالات اور خیالات جو پھیل رہے ہیں۔ اور جو لوگوں پر غالب آ رہے ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ مضمون نگار کے خیالات بھی عام ہندوؤں کے خیالات کے مطابق ہی ہوں گے۔ اس لئے انہی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں جواب دیتا ہوں۔

پہلی چیز جو میرے مضامین میں مضمون نگار صاحب کو قابل اعتراض نظر آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں نے مسلمانوں سے کہا ہے اپنے ہاتھ میں سونٹا رکھیں۔ مضمون نگار لکھتا ہے یہ کہہ کر میں نے امن میں خلل ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن مضمون نگار نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ہتھیار رکھنے سے امن میں خلل نہیں پڑا کرتا بلکہ ہتھیار کے ناجائز استعمال سے خلل پڑتا ہے۔ اگر صرف ہتھیار رکھنے سے امن میں خلل پڑتا ہے اور بدامنی پیدا ہوتی ہو تو دنیا کی گورنمنٹیں سب سے زیادہ دنیا میں بدامنی اور بربادی پیدا کرنے والی ہونی چاہئیں۔ کیونکہ ہر گورنمنٹ توپیں' بندوقیں' تلواریں' مشین گنیں' بم' ہوائی جہاز' جنگی جہاز اور دوسرے لڑائی کے سامان اپنے ہاں رکھتی ہے۔ اگر ان چیزوں کے رکھنے سے خللِ امن واقعہ ہوتا ہے تو دنیا کی کوئی ایک بھی گورنمنٹ ایسی نہیں ہو سکتی جو امن کے برباد کرنے والی نہ ہو۔ اور صرف وہی گورنمنٹ امن قائم رکھنے والی قرار پائے گی جو اپنی فوجیں موقوف کر دے۔ تلواریں اور بندوقیں توڑ دے۔ توپیں اور جنگی جہاز پگھلا دے اور بالکل نہتی ہو کر بیٹھ جائے۔ لیکن ایسی کوئی حکومت چند دن سے زیادہ نہ چلے گی۔ آج تک تو کبھی کوئی حکومت ایسی ہوئی نہیں۔ اور اگر اب ہوئی تو ہمسایہ حکومت اسے ایک دن کے لئے بھی زندہ نہ رہنے دے گی۔ پس اگر تمام دنیا کی گورنمنٹیں حتیٰ کہ ویدک زمانہ کی حکومتیں بھی جن کی تعریف میں ہندو زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے نہیں تھکتے ہتھیار رکھتی تھیں۔ اور اگر ویدوں میں اس

قسم کی دعائیں سکھائی گئی ہیں کہ اے پرمیشور ہمارے ہتھیاروں کو طاقت بخش۔ ان کی ضربیں کاری ہوں تو پھر اور کونسا زمانہ آسکتا ہے جب ہتھیار رکھنے کی ضرورت نہ رہے اور ہتھیار رکھنے کو برا سمجھا جائے۔ اگر ہتھیار رکھنے سے امن میں خلل پیدا ہوتا ہے اور اگر ہتھیار پکڑنے سے فساد رونما ہوتا ہے تو پھر اس طرح امن میں خلل پیدا کرنے اور فساد پھیلانے میں دنیا کے تمام مذاہب اور ساری حکومتیں شریک ہیں۔ مسلمانوں کے متعلق تو کہا ہی جاتا ہے کہ وہ تلوار چلاتے رہے ہیں۔ لیکن کیا ہندو دھرم کے بزرگوں رام چندر جی اور کرشن جی نے تلوار نہیں چلائی۔ پھر کیا ہندو تسلیم کریں گے کہ ان کا تلوار چلانا بھی امن کے خلاف تھا۔ اور ویدوں میں ہتھیاروں سے کام لینے کا جو ذکر ہے وہ بھی امن کی تعلیم کے خلاف تعلیم دی گئی ہے۔ اگر نہیں تو کیوں؟ پس اگر ہتھیار کا پاس رکھنا فساد پیدا نہیں کرتا اور ہتھیار کا ہاتھ میں ہونا بدامنی نہیں پیدا کرتا بلکہ ہتھیار کا ناجائز استعمال بدامنی پیدا کرتا ہے۔ تو پھر مجھ پر اس وقت اعتراض ہونا چاہئے جب میں مسلمانوں سے یہ کہوں کہ اپنے ہاتھوں میں سونٹے لو اور جو ہندو تمہیں ملے اس کا سر توڑ دو۔ اور جسے اپنے مذہب کے خلاف پاؤ اس کا سر پھوڑ دو۔ اگر میری تقریروں اور تحریروں میں سے کوئی اشارتاً یا کنایتاً اس قسم کی ہدایت دکھادے تو میں اپنی غلطی کا اقرار کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن جہاں میں نے سونٹا رکھنے کے لئے کہا ہے۔ وہاں یہ بھی ہدایت کی ہے کہ سوائے ایسے وقت کے جہاں اپنی جان جانے کا خطرہ ہو اور سوائے خود حفاظتی کے اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ پھر مجھے امن شکن کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔ میں نے جو سونٹا رکھنے کے متعلق ہدایات لکھی ہیں یا بیان کی ہیں۔ ان کو اس تعلیم کے سامنے رکھ کر جو ویدوں میں ہتھیاروں کے استعمال کرنے کے متعلق دی گئی ہیں دیکھ لیا جائے۔ اگر میرے الفاظ اس تعلیم سے زیادہ محفوظ نہ ہوں اور اس تعلیم سے زیادہ ان میں صلح جوئی اور امن پسندی نہ پائی جائے۔ تو پھر مجھ پر جو بھی الزام لگایا جائے اسے میں قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ خود حفاظتی کے لئے اپنے پاس کم از کم سونٹا رکھو۔ کیونکہ جب انسان نہتا ہوتا ہے۔ اور مقابل میں دوسری قوم کے پاس ہتھیار ہوں تو اس میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہر وقت کے اس خوف اور ڈر کی وجہ سے کہ ہتھیار سے حملہ کرکے نقصان نہ پہنچادے۔ دلیری اور بہادری مٹ جاتی ہے۔ اور ایسے لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ ان کی حالت وہی ہوتی ہے جو خواجہ سراؤں کی ہوتی ہے۔ جس طرح ان میں مردانہ جرأت اور بہادری نہیں ہوتی ویسی ہی اس قوم کی حالت ہوتی ہے۔ جو دوسروں کے مقابلہ میں نہتی ہو۔ ایسے لوگ سمجھتے ہیں دوسرے نے ہتھیار استعمال کیا تو کیا کریں

گے۔ اس وجہ سے ہر وقت انہیں اپنی جان بچانے کا ڈر رہتا ہے۔ پس میں نے مسلمانوں سے جو کچھ کہا ہے وہ قومی اخلاق کی درستی کے لئے کہا ہے نہ کہ فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے تعلیم دی ہے۔ اب اگر کسی کا اپنی قوم کے اخلاق کی درستی کا خیال رکھنا اور ایسی تعلیم دینا جس سے اس میں جرأت اور بہادری پیدا ہوتی ہو اور وہ ذلت اور بزدلی سے بچ سکتی ہو جرم ہے تو اسے میں قبول کرتا ہوں۔ مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس مضمون نگار نے ان سکھ گروؤں کو امن میں خلل ڈالنے والا قرار نہیں دیا جنہوں نے سکھوں کو کرپان رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اگر وہ سکھ گرو کرپان رکھنے کا حکم دیتے ہوئے امن قائم کرنے والے تھے تو اسی قسم کی تعلیم دینے سے میں کس طرح مجرم بن گیا۔ جس طرح انہوں نے اپنے پیروؤں کو کرپان رکھنے کے لئے کہا اسی طرح میں نے بھی مسلمانوں کو ڈنڈا رکھنے کے لئے کہا۔ ہاں ایک فرق ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے کہا ہر وقت کرپان اپنے پاس رکھو۔ لیکن میں نے یہ کہا ہے کہ جب تک دشمن کے پاس ہتھیار ہو یا جب تک ہتھیار رکھنے والی قوم کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے والے لوگ موجود ہوں۔ اس وقت تک اپنی حفاظت کے لئے سونٹا رکھو۔ گویا میرا حکم پھر بھی کم چیز کا ہے۔ کیونکہ سکھ گرو صاحب کا تو یہ حکم ہے کہ خواہ خطرہ ہو یا نہ ہو۔ کسی اور کے پاس ہتھیار ہو یا نہ ہو سکھ کرپان ضرور رکھیں۔ لیکن میں نے یہ کہا ہے کہ جب دوسروں کے پاس ہتھیار ہوں۔ جب اپنی جان و مال کا خطرہ ہو۔ اس وقت سونٹا اپنے پاس رکھو۔ اگر یہ فساد کی تعلیم ہے اور مضمون نگار نے دیانت داری کے ساتھ اس پر اعتراض کیا ہے۔ تو اسے چاہئے تھا سکھوں کے گرو صاحب پر بھی اعتراض کرتا۔ لیکن اگر وہ کرپان رکھنے کا حکم دینے والے پر اعتراض نہیں کرتا۔ تو سونٹا رکھنے کا حکم دینے والے پر اس کے لئے اعتراض کرنے کی کیا گنجائش ہے۔ سوائے اس کے کہ سمجھا جائے۔ مضمون نگار کو مسلمانوں سے تعصب ہے۔ اس وجہ سے وہ سب کو ایک آنکھ نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اگر سکھوں کا گرو کرپان رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ تو کہتا ہے کیسا امن قائم کرنے والا انسان تھا۔ لیکن اگر مسلمانوں کا امام سونٹا رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ تو کہتا ہے یہ فساد پھیلاتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ سکھوں کے گرو صاحب نے کرپان رکھنے کا جو حکم دیا وہ ٹھیک دیا تھا۔ اس وقت سکھوں کو خطرات تھے۔ اور دوسرے لوگ ہتھیار رکھتے تھے۔ سکھ گرو صاحب نے سکھوں کے اخلاق کی درستی کے لئے کرپان رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اور نہایت اچھا حکم دیا تھا۔ میں اس حکم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ گرو صاحب نے اپنی قوم پر بہت بڑا احسان کیا۔ کیونکہ اس کے اخلاق کی نگرانی کی اور اسی طرح میں نے بھی کیا اور حق کیا۔ نہ وہ گرو صاحب کسی اعتراض کے نیچے آتے

ہیں۔ اور نہ میں۔ لیکن اگر کسی نے اعتراض کرنا ہے تو دونوں پر کرے۔ میں تو دیکھتا ہوں حضرت مسیح جنہوں نے اتنی نرمی کی تعلیم دی ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو[1]۔ ان کے متعلق بھی آتا ہے کہ انہوں نے اپنے حواریوں سے کہا کپڑے بیچ کر تلوار خرید لو۔ اب ایک طرف تو حضرت مسیح یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو۔ یہ ایسی تعلیم ہے کہ جس کے نتیجہ میں سوسائٹی تباہ ہو جاتی ہے۔ بدمعاش اور غنڈے بڑا زور پکڑ سکتے ہیں۔ اور کمزوروں کا رہنا محال ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ ہو گا امن کے متعلق حد سے زیادہ زور دینے اور نرمی کے حد سے زیادہ کرنے کا۔ نہ کہ یہ جبر کی تعلیم کا نتیجہ ہو گا۔ یہ بظاہر امن ہی کی تعلیم ہے۔ لیکن باوجود امن کی اتنی انتہائی تعلیم دینے کے جو ناقابل عمل ہے۔ اور جس پر عیسائی کبھی عمل نہ کر سکے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح نے یہ بھی کہا کہ اپنے کپڑے بیچ کر تلواریں خرید لو اس سے معلوم ہوا کہ جہاں حضرت مسیح نے تلوار خریدنے کا حکم دیا ہے۔ وہاں قومی اخلاق کی درستی کو مدنظر رکھا ہے۔ اور جہاں ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا آگے کرنے کو کہا ہے۔ وہاں محبت اور نرمی کی تعلیم دی ہے۔ بعینہٖ حضرت مسیح کی طرح میں نے بھی تعلیم دی ہے۔ میں نے کہا ہے اگر دوسرے تم پر ظلم بھی کریں تو اسے برداشت کرو اور جوش میں نہ آؤ۔ لیکن جب تمہاری جان پر حملہ ہو اور جان جانے کا خوف ہو تو اس وقت دفاع کرو۔ اور اس میں بھی یہ بات مدنظر رکھو کہ کسی کی جان مت لو۔ ہاں جس طرح حضرت مسیح نے کہا ہے کہ کپڑے بیچ کر تلوار خرید لو۔ اتنا زور میں نے نہیں دیا بلکہ یہ کہا ہے کہ معمولی ڈنڈا قیمتاً لے لو یا جنگل سے کاٹ لو۔ پھر گرو صاحب نے تو سکھوں کو کرپان رکھنے کے لئے کہا ہے۔ لیکن میں نے سونٹا رکھنے کے لئے کہا ہے۔ انہوں نے ہر وقت کرپان رکھنے کے لئے کہا ہے لیکن میں نے کہا ہے جہاں خطرہ ہو وہاں رکھو۔ اسی طرح حضرت مسیح نے کہا تھا کہ تلوار خریدو کپڑے بیچ کر لیکن میں نے کہا ہے معمولی سونٹا لے لو۔

عجیب بات ہے حضرت مسیح تلوار خریدنے کا حکم دینے پر امن میں خلل پیدا کرنے والے نہیں بنتے۔ سکھ گرو کرپان رکھنے کا حکم دینے پر فساد ڈلوانے والے نہیں قرار دیئے جاتے۔ لیکن مسلمانوں کو یہ تعلیم دینا کہ اپنی حفاظت کے لئے سونٹا رکھو۔ یہ فساد ڈلوانے کی تعلیم بن جاتی ہے۔ ہندو یا تو یہ اعلان کریں کہ ویدک تعلیم، حضرت مسیح کی تعلیم، سکھ گرو صاحب کی تعلیم بھی فساد ڈلوانے والی ہے۔ یا پھر یہ اقرار کریں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے بھی کوئی فساد نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ میری بھی ایسی ہی تعلیم ہے جیسی ان کی ہے۔ ہاں اگر یہ ثابت کر دیا جائے۔ کہ میں نے مسلمانوں سے کہا ہے

اپنے ہاتھ میں سونٹا لو- اور جو تمہیں ملے اس کے سر پر دے مارو- تو پھر مجھ پر اعتراض ہو سکتا ہے- لیکن چونکہ اس قسم کی کوئی بات میری کسی تقریر و تحریر سے ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی- اس لئے مجھ پر اعتراض کرنا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

یہ پہلے اعتراض کا جواب ہے- دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ میں نے مسلمانوں کو کہا ہے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بناؤ- مگر یہ صحیح نہیں- پہلی بات تو درست تھی مگر اس پر اعتراض غلط تھا- لیکن یہ بات ہی غلط ہے- میں جب سے پیدا ہوا ہوں- ایک لحہ کے لئے بھی کبھی اس بات کا قائل نہیں ہوا کہ مذہب میں جبر کو بھی کوئی دخل ہو سکتا ہے- بلکہ میں نے ہمیشہ اعلان کیا کہ مسلمان ایسے اخلاق بنائیں جن میں جبر کا شائبہ بھی نہ پایا جائے- اور جن کی اسلام تعلیم دیتا ہے- میرے نزدیک ماں باپ یا استاد کو ان بچوں پر جو ان کی نگرانی میں ہوتے ہیں- جبر کرنے کا حق ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیتے ہیں- لیکن ان کے علاوہ کسی اور کو قطعاً کسی پر جبر کا حق نہیں ہے- ہر شخص اپنی رائے میں آزاد ہے- اعمال میں بعض اوقات جبر ہوتا ہے- مثلاً حکومت جبر کرتی ہے- یا امام وقت اپنے پیروؤں پر اعمال کے متعلق جبر کرنے کا حق رکھتا ہے- لیکن یہ حق اپنی پارٹی اور اپنی جماعت پر ہوتا ہے- یہ نہیں کہ دوسروں پر جبر کیا جائے- چونکہ امام اپنے لوگوں کے برے کاموں سے بدنام ہوتا ہے- اور ان کے نیک کاموں سے اس کی بھی نیک نامی ہوتی ہے- اس لئے اسے اختیار ہوتا ہے کہ اپنے لوگوں کے اعمال کی نگرانی کرے- احمدی ان لوگوں سے جو احمدی کہلاتے ہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرو- اور ہمارے اعمال کی طرح اپنے اعمال بناؤ- لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ غیر مبایعین وہی کچھ کریں جو مبایع کرتے ہیں- یا شیعہ' سنی' وہابی وہی کریں جو ہم کرتے ہیں- پس میں نے ہمیشہ جبر کی تعلیم کے خلاف تعلیم دی ہے- اور کوئی میری کتابوں' میرے اشتہاروں' میرے خطبوں' میری گفتگو سے ایک سطر بھی ایسی نہیں دکھا سکتا جس میں میں نے جبر کرنے کے لئے کہا ہو- یہ بالکل غلط ہے کہ میں نے مسلمانوں سے کہا ہے وہ جبراً ہندوؤں کو مسلمان بنائیں- لیکن یہ بے شک میں نے کہا ہے کہ تبلیغ کے ذریعہ سارے ہندوستان کو مسلمان بنانے کی کوشش کرو- اگر یہ کہنے سے فتنہ پڑتا ہے- تو شردھانند کو بھی فتنہ باز کہنا چاہئے- مگر عجیب بات ہے- ایک طرف تو ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ شہید ہیں کیونکہ شدھی کا جو حق تھا اس کے لئے مارے گئے ہیں- لیکن دوسری طرف میرے متعلق جو تبلیغ کو اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتا ہوں- کہا جاتا ہے کہ میں نے جو ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی تعلیم دی ہے یہ فساد کی تعلیم ہے- دیکھو ہندو سینکڑوں نہیں ہزاروں

سالوں سے اپنے مذہب کی تبلیغ ترک کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اگر سارے ہندوستان میں کہتے پھریں کہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرو اور سب کو ہندو بنالو۔ تو یہ ان کا حق ہو۔ اور ایسا حق ہو جس کی وجہ سے مارے جانے والے کو شہید کا خطاب دیں۔ لیکن اگر وہی بات احمدی جماعت کا امام کہتا ہے تو اسے فتنہ و فساد کہا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اگر میرے یہ کہنے سے کہ سارے ہندوستان کو مسلمان بنالو۔ فساد پیدا ہوتا ہے۔ تو پھر سارے مصلح فسادی تھے۔ جب بھی کوئی مصلح کھڑا ہوتا ہے۔ اس نیت اور اسی ارادہ سے کھڑا ہوتا ہے کہ ساری قوم یا ساری دنیا کو اپنی تعلیم منوانی ہے۔ اگر وہ دس آدمیوں کو منوالیتا ہے۔ اور پندرہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور ان کو منوانے کے لئے کوشش نہیں کرتا تو وہ مصلح نہیں کہلائے گا۔ اگر وہ پندرہ آدمیوں کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ پندرہ کو ہی منوانے کی کوشش کرے۔ دیکھو جس طرح کوئی ڈاکٹر یہ نہ کہے گا کہ اس کے پاس جو دس مریض آتے ہیں۔ ان میں سے نو تو بچ جائیں اور ایک مرجائے۔ اس کی یہی کوشش ہوگی کہ سب بچ جائیں۔ اسی طرح ایک امام ایک مصلح ایک مبلغ کی بھی یہی نیت اور یہی ارادہ ہونا چاہئے کہ سب کو ہدایت نصیب ہو ورنہ اس سے بڑھ کر بے وقوفی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک شخص ہدایت دینے کے لئے کھڑا ہو اور وہ کہے سب کے منوانے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے میں سب کو نہیں منواؤں گا صرف چند آدمیوں کو منواؤں گا اور باقیوں کو چھوڑ دوں گا۔ ہر سچا مصلح اور ہر وہ انسان جس کی فطرت صحیح و سالم ہوگی یہی کہے گا کہ جس قدر لوگ میرے ذریعہ گمراہی سے بچ سکیں اتنے ہی لوگوں کو بچانے کی مجھے کوشش کرنا چاہئے۔ اگر سارے بچ سکتے ہیں تو سارے ہی بچاؤں گا۔ یہی میں نے بھی کہا ہے۔ اور سارا ہندوستان کیا ہم کو تو بانی سلسلہ اور بانی اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ ساری دنیا کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے لاؤ۔

یہ اور بات ہے کہ ساری دنیا اس جھنڈے کے نیچے نہ آئے لیکن ہماری خواہش اور کوشش یہی ہے کہ ساری دنیا مسلمان ہو جائے۔ پس یہ کہنا کہ میں نے کہا ہے سارے ہندوستان کو مسلمان بنالو یہ غلط ہے۔ میں نے تو یہ کہا ہے۔ ساری دنیا کو مسلمان بنالو۔ مگر اس سے نہ کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے اور نہ فساد۔ کیونکہ میں نے یہ نہیں کہا کہ لوگوں کو جبر سے مسلمان بناؤ۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ اسلام کی تعلیم کے ذریعہ مسلمان بناؤ۔ اس میں فتنہ و فساد کی کون سی بات ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ مسلمان تو جب سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی وقت سے ان کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے۔ البتہ یہ نئی بات ہے کہ ہزاروں سالوں کی خاموشی کے بعد لالہ لاجپت رائے سوامی شردھانند اور ڈاکٹر

مونجے یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہندو بنالو۔ ذرا غور تو کرو جب آریہ کہتے ہیں عرب میں ویدک دھرم کا جھنڈا گاڑیں گے۔ تو اس سے فتنہ نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن جب امام جماعت احمدیہ کہتا ہے کہ ہندوؤں کو مسلمان بنالو تو کہا جاتا ہے اس سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر میں نے یہ کہا ہوتا کہ لوگوں کو جبراً مسلمان بناؤ۔ ان سے لڑو' انہیں مارو تو اس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں پر اسلام کی سچائی ظاہر کرکے اسلام میں داخل کرو۔ تو اس میں فتنہ کی کون سی بات ہے۔ اگر اس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے تو پھر شدھی کے متعلق ہندوؤں کے اقوال سے کیوں فتنہ نہیں پیدا ہوتا۔ پھر جتنے مصلح آئے وہ چند لوگوں کو منوانے کے لئے آئے تھے۔ یا ان سب کو جن کی طرف وہ بھیجے گئے جب بابا نانک" آئے تو ان کی غرض چند ایک لوگوں کو ہدایت دینا تھی یا سب کو۔ اسی طرح جب کرشن آئے تو ان کا منشا سارے ہندوستان کو اپنی تعلیم پر کاربند کرنا تھا یا ہندوستان کے ایک حصہ کو۔ اسی طرح جب رام چندر آئے تو ان کا مقصد سارے ہندوستان میں اپنی تعلیم پھیلانا تھا یا تھوڑے حصہ میں۔ یا جب ویدوں کے رشی آئے تو وہ سارے ہندوستان کے لئے تعلیم لائے تھے یا چند لوگوں کے لئے۔ ہاں منو کو یہ شبہ ضرور ہوا ہے کہ ویدوں کی تعلیم سب ہندوستانیوں کے لئے نہیں تھی۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے اگر شودر وید کا کوئی منتر سن پائے تو اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالنا چاہئے۔ باقی سب لوگوں کا یہی خیال رہا ہے کہ سچائی سب کو سننی چاہئے۔ رام چندر کرشن گرونانک کا یہی عقیدہ تھا۔ اسی طرح میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب کوئی اس میں فساد دیکھتا ہے تو یہ اس کی آنکھ کا قصور ہے میرا قصور نہیں ہے۔

ہندو ہیرلڈ کا نامہ نگار سب کو مسلمان بنانے کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے۔ بھلا جس کام کو اورنگ زیب جیسا بادشاہ نہ کر سکا اسے تم کس طرح کرلوگے۔ بندہ خدا اورنگ زیب کی ہستی ہی کیا تھی میرے سامنے۔ اورنگ زیب بادشاہ تھا اور دنیا کا بادشاہ تھا وہ دنیا کی بہتری کے لئے جو کچھ کر سکتا تھا وہ اس نے کیا میں ایک مصلح کا خلیفہ ہوں۔ اگر آج اورنگ زیب زندہ ہوتا اور خدا تعالیٰ حق کی شناخت کے لئے اس کی آنکھیں کھول دیتا تو وہ بھی میرے ماتحتوں میں اسی طرح کام کرتا جس طرح اور کر رہے ہیں۔ میرے مقابلہ میں اورنگ زیب کا ذکر کرنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ جبر سے لوگوں کو مسلمان بنایا کرتا تھا۔ جب اسے بادشاہ ہو کر جبر میں کامیابی نہ ہوئی۔ تو تمہیں کیا ہو سکتی ہے۔ مگر یہ غلط ہے کہ اورنگ زیب لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا کرتا تھا۔ یہ صرف وہی لوگ کہتے ہیں جو آریہ ہیں یا آریوں کے پیچھے چلتے ہیں ورنہ تاریخوں سے ثابت ہے کہ وہ نہایت منصف اور عادل بادشاہ تھا۔

کسی پر جبر نہ کرتا تھا۔ اسے محض اس لئے ہندو بدنام کر رہے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں انگریزوں کے خلاف بولنا آسان نہیں۔ اس لئے اپنی قوم کو ابھارنے اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانے کے لئے انہوں نے اورنگ زیب کو پکڑ لیا ہے۔ کیونکہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ ورنہ اگر ان ہندوؤں کے باپ دادے قبروں سے اٹھ کر بیٹھ جائیں۔ تو وہ اقرار کریں کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں انہوں نے نہایت امن سے زندگی بسر کی۔ افسوس ہے کہ وہ بادشاہ جس نے ہندوؤں کی عزت و آبرو کی حفاظت کی۔ اسی پر آج ہندو الزام لگا رہے ہیں۔ اور جس نے ان پر بڑے احسان کئے اس کی ناشکری کر رہے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ اس کے متعلق کہا جا رہا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اورنگ زیب سارے ہندوؤں کو مسلمان نہ بنا سکا تو تم کس طرح بناؤ گے اس کے لئے یاد رکھنا چاہئے اورنگ زیب بادشاہ تھا تبلیغ اسلام سے اسے کیا تعلق تھا۔ تبلیغ کا کام ہمارا ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اورنگ زیب نے ہندوستان میں تبلیغ کی۔ تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اس نے ہندوستان سے باہر بھی تبلیغ کے متعلق کچھ کیا۔ مگر میں نے ہندوستان سے باہر بھی بہت سے ممالک میں تبلیغ اسلام کی ہے۔ مثلاً اس وقت مغربی افریقہ میں ہزارہا ایسے لوگ مسلمان ہیں۔ جو میرے بھیجے ہوئے مبلغوں کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔ اسی طرح یورپ میں کلمہ پڑھنے والے انسان موجود ہیں۔ امریکہ میں موجود ہیں۔ کیا اورنگ زیب نے بھی اپنے زمانہ میں ان ممالک کے لوگوں کو مسلمان کیا۔ اس کا کام ملکی معاملات کی اصلاح اور درستی تھا۔ اور تبلیغ کا کام میرا ہے۔ اس لئے اورنگ زیب نے اپنی فوجوں کے ذریعہ ملکوں کو فتح کیا اور اپنے دشمنوں کو مغلوب کیا جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن روحانی فتح کا جھنڈا بلند کرنے والا میں ہوں۔ اس لئے وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تک میرے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کی گئی ہے اورنگ زیب کے ذریعہ نہ کی گئی۔ پھر کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تم وہ کام نہ کر سکو گے۔ جو اورنگ زیب نہ کر سکا۔ کم از کم ہندو اس بات کا تو اقرار کریں گے کہ اورنگ زیب نے ہندوستان سے باہر تبلیغ اسلام کے متعلق کچھ نہیں کیا۔ اور میں تو کہتا ہوں۔ ہندوستان میں بھی اس نے کچھ نہیں کیا۔ ہندوؤں نے اس زمانہ میں فساد کئے۔ ان فسادوں کو اس نے دور کیا۔ باقی ان پر کوئی جبر نہیں کیا۔ بلکہ ان کی حفاظت کی۔ دیکھو کس طرح بار بار سیوا جی نے شرارتیں کیں اور کس طرح اورنگ زیب نے اس ڈاکو اور لٹیرے کو بار بار معاف کیا۔ جس کی اخلاقی حالت اس درجہ گری ہوئی تھی کہ صلح کرنے کے لئے جاتا ہے اور بغل میں خنجر چھپا کر لے جاتا ہے۔ جسے بغل گیر ہوتے وقت افضل خان کے پیٹ میں گھسیڑ دیتا ہے۔ غرض اورنگ زیب

دنیاوی بادشاہوں کے لحاظ سے نہایت اچھا تھا۔ مگر اس نے ہندوستان میں بھی اسلام کی اشاعت نہ کی۔ اور میں نے ایسے ممالک تک اسلام پہنچادیا۔ جہاں سینکڑوں سالوں سے کلمہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ تو اس وقت تک میں نے کر کے دکھایا ہے۔ آئندہ خدا چاہے تو اس سے بھی بڑھ کر ہو گا۔

تیسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ میں نے مسلمانوں کو ہندوؤں کا بائیکاٹ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ مگر یہ مجھ پر سراسر اتہام ہے۔ میں بائیکاٹ کے سخت خلاف ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ ہندو کھانے پینے کی چیزیں مسلمانوں سے نہیں خریدتے۔ مسلمان بھی ہندوؤں سے وہ چیزیں نہ لیں جو ہندو مسلمانوں سے نہیں لیتے۔ ہندوؤں سے ایسی چیزیں خریدنے کی وجہ سے مسلمانوں کا کروڑوں روپیہ ہندوؤں کے ہاں جاتا ہے۔ جس کے واپس آنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے مسلمان غریب سے غریب تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اگر قلیل سے قلیل اندازہ بھی لگایا جائے تو دو تین کروڑ روپیہ مسلمانوں کا سالانہ ایسا ہندوؤں کے ہاں جاتا ہے جو کسی صورت میں واپس نہیں آتا۔ اس کے علاوہ بارہ تیرہ کروڑ روپیہ سود میں مسلمانوں کو دینا پڑتا ہے۔ سرکار آٹھ کروڑ سالانہ ٹیکس ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں سے لیتی ہے۔ گویا اگر سرکار ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں سے لیتی ہے۔ تو ہندو صرف مسلمانوں سے ڈیڑھ دو روپیہ فی کس کے حساب سے وصول کرتے ہیں۔ ایسی قوم نے زندہ کیا رہنا ہے۔ اب اگر اس قوم کی بے بسی اور بے چارگی کو دیکھ کر میں نے یہ کہا کہ وہ کھانے پینے کی چیزیں ہندوؤں سے نہ خریدیں جس طرح ہندو ان سے نہیں خریدتے تو گناہ کیا کیا؟ رہا یہ امر کہ ہندوؤں سے بائیکاٹ کیا جائے یعنی ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔ یہ میری تعلیم کے خلاف ہے۔ ہندو تو پھر بھی خدا کی ہستی کے قائل ہیں میرا تو یہ حکم ہے کہ دہریوں سے بھی تعلق رکھو۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کو گالیاں دینے والا ہے تو اس سے بھی تعلق رکھو۔ کیونکہ تبلیغ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تعلق ہو۔ پس میری ہرگز تعلیم نہیں کہ ہندوؤں کا بائیکاٹ کردو۔ میں نے جو نصیحت کی ہے وہ یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں جو ہندو مسلمانوں سے نہیں لیتے وہ مسلمانوں کو بھی ہندوؤں سے نہیں لینی چاہئیں۔ اس طرح مسلمانوں کو کم از کم دو تین کروڑ روپیہ کی سالانہ بچت ہو سکتی ہے اور اگر دوسری ضروریات کی چیزیں بھی خود مسلمان مسلمانوں کے لئے مہیا کریں تو آٹھ دس کروڑ روپیہ کی بچت ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح مسلمان ہندوؤں کے سودی قرضہ سے بچ سکتے ہیں۔

میری یہ تعلیم بھی کوئی نرالی تعلیم نہیں۔ ہندو صاحبان خود ہزاروں سالوں سے دوسرے لوگوں

سے اور سات سو سال سے مسلمانوں سے یہی سلوک کرتے چلے آرہے ہیں۔ اگر اس عرصہ میں اس وجہ سے فساد اور جھگڑا نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی بجائے یہ ہوا کہ کروڑوں روپیہ ہندوؤں کے گھر مسلمانوں کے ہاں سے پہنچتا رہا۔ تو اب اگر ان مسلمانوں کو جن کا خون چوس چوس کر ہندوؤں نے کنگال کر دیا ہے۔ جن کی زمینیں خود خرید لی ہیں اور جو قرض کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ ایسی گری ہوئی حالت میں یہ بتایا جائے کہ اس طرح کرو تو یہ فساد کا موجب کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیا ایک غریب اور مرنے کے کنارے پہنچی ہوئی قوم کے لئے اپنے آپ کو زندہ رکھنے کی خاطر اپنے اموال کو بچانا ناجائز ہے۔ لیکن ایک مالدار قوم کے لئے اپنے خزانے بھرنے کے لئے یہی بات جائز ہو جاتی ہے۔ کوئی عقل سے کام لے کر بتائے۔ مسلمانوں کو کھانے پینے کی چیزیں ہندوؤں سے نہ خریدنے کے لئے کہنے سے فساد کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ کروڑوں روپیہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر ہندوؤں کے گھروں میں چلا جائے۔ اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزیں نہ خریدیں تو وہ فسادی نہیں بنتے۔ لیکن جب مسلمانوں کو ان کی گری ہوئی حالت کی وجہ سے بتایا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی کرو تو کہا جاتا ہے فتنہ و فساد پھیلایا جاتا ہے۔ اگر یہ فتنہ و فساد ہے تو ہندو پہلے اسے اپنے گھر سے کیوں دور نہیں کرتے۔ سب سے زیادہ حق انسان پر اس کی بھلائی کا ہوتا ہے پھر کیوں مضمون نگار صاحب ہندوؤں میں تحریک نہیں کرتے کہ وہ مسلمانوں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدا کریں اگر وہ اپنی قوم کو تو یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے چھوت اور زیادہ سختی کے ساتھ کرو۔ تو پھر مسلمان ہندوؤں سے چھوت کرنے لگیں تو ان کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہو سکتا ہے۔ علاقہ ملکانہ میں آریوں نے چماروں اور دوسری ادنیٰ اقوام سے کہا۔ ہم تمہیں ہندو بنالیں گے تم صرف مسلمانوں سے چھوت چھات شروع کر دو۔ ان کے ہاتھ کی کوئی چیز نہ کھاؤ۔ اگر ہندو بھنگیوں اور چماروں کو یہ تعلیم دیں تو اس سے فتنہ پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر مسلمانوں سے یہ کہا جائے کہ ہندوؤں کے ہاتھ کی چیزیں نہ خریدو تو اس سے فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آخر کچھ تو انصاف سے کام لینا چاہئے خواہ کوئی کتنا ہی تعصب میں مبتلا ہو۔ اتنی موٹی بات تو ضرور سمجھ سکتا ہے کہ ہندو جو ۲۴ کروڑ سمجھے جاتے ہیں۔ وہ تو مسلمانوں سے جو صرف سات کروڑ ہیں۔ چھوت چھات کریں تو کوئی فتنہ نہ ہو اور چوہڑوں چماروں سے کہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھ کا نہ کھاؤ تو فساد نہ ہو۔ سینکڑوں سالوں سے مسلمانوں کے ہاتھ کی چیز کو ناپاک قرار دیں تو کوئی بدامنی نہ ہو۔ لیکن اگر مسلمانوں کو ان کی مظلومی اور بے کسی کی حالت میں کہا جائے کہ تم بھی ہندوؤں کے ہاتھ کی چیزیں نہ کھاؤ تو اس سے فتنہ پیدا ہو۔ اگر اس وجہ سے فتنہ پیدا ہوتا

ہے تو ہندو کیوں مسلمانوں سے چھوت چھات نہیں ترک کر دیتے۔ اگر وہ ایسا کریں تو میں ابھی اعلان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دوسرے مسلمان میری بات مانیں یا نہ مانیں احمدی ضرور مانیں گے کہ ہندوؤں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدنے سے پرہیز نہ کریں۔ پس اگر ہندو مسلمانوں سے ایسی چیزیں خریدنے لگ جائیں۔ تو میں اسی دن اپنی جماعت کو ان کی چیزیں خریدنے کی اجازت دے دوں گا۔ دیکھو آسان بات ہے ہم اپنے گھر کچھ ہندوؤں کی دعوت کرتے ہیں وہ کھا جائیں۔ ہم اسی وقت ان کے ہاں کا کھانا کھانے کے لئے تیار ہوں گے۔ اسی طرح مسلمان دوکانداروں سے ہندو کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ ہم اسی وقت ان سے خریدنا شروع کر دیں گے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور پھر فساد ہو گا تو ان کی طرف سے ہی ہو گا۔ مگر میں کہتا ہوں اسے فساد کی تعلیم قرار دینا غلطی ہے۔ سات سو سال کا تجربہ بتاتا ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے چھوت چھات جاری رکھی۔ ان سے کھانے پینے کی چیزیں نہیں خریدیں۔ مگر مسلمان ان سے نہیں لڑے۔ اب اگر مسلمان بھی ہندوؤں سے ایسی چیزیں نہ لیں تو پھر ہندو کیوں فساد کریں گے۔ غور تو کرو اگر مسلمان ہندوؤں سے چیزیں خریدنا چھوڑ دیں گے تو فساد کون کرے گا۔ یہ فساد ہندوؤں ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ مسلمان جب ان کی دوکانوں پر جائیں گے ہی نہیں تو فساد کیا کریں گے۔ پس میں ہندوؤں سے کہوں گا۔ بھائی! سات سو سال سے تم نے ہم سے چھوت چھات کی اور ہماری چیزوں کو ناپاک سمجھا مگر ہم نے فساد نہ کیا۔ اب اگر ہم بھی تم سے نہ خریدیں تو تم کیوں فساد کرتے ہو۔ اور ابھی تو مسلمانوں نے اس پر عمل شروع ہی نہیں کیا۔ ہماری جماعت میں بھی اس کے متعلق سستی پائی جاتی ہے۔ اور دوسروں میں تو بہت ہی سستی ہے۔ مگر یہ بات ہی غلط ہے کہ اس وجہ سے فساد پیدا ہو سکتا ہے۔ ۲۴ کروڑ جو ہندو کہلاتے یا سمجھے جاتے ہیں انہوں نے مسلمانوں سے سینکڑوں سال سے نہ خریدا تو فساد نہ ہوا۔ اب مسلمانوں کے نہ خریدنے سے کس طرح فساد ہو سکتا ہے۔ جن کے متعلق ہندو افسروں کی رپورٹوں اور سرکاری رپورٹوں سے ثابت ہے کہ صرف پنجاب میں ایک ارب کے قریب ان پر قرضہ ہے۔ ایسی حالت میں کیا مسلمانوں کو اپنی زندگی کی کوئی تدبیر نہیں کرنی چاہئے۔ اور ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کا ظلم برداشت کرتے رہنا چاہئے۔ تب امن قائم ہو سکے گا۔ میں بڑے زور اور دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس تجویز سے کوئی فساد نہیں پیدا ہو سکتا۔ اور جو مسلمان اس پر عمل نہیں کرتا وہ اپنی قوم پر بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔ ہاں جو ہندو ہمارے ہاتھ کی چیزیں کھالے ہم اس کے ہاتھ سے کھا سکتے ہیں۔ یہ اعلان کئے ہوئے دو تین سال ہو گئے ہیں۔ لیکن جو ہماری اشیاء کھا لیتے

ہیں ہم ان کی کھالیتے ہیں۔ اور اگر یہ نہیں تو ہم بھی نہیں کھاسکتے۔ یہاں ایک ہندو نے مجھے کہا۔ میں آپ کی دعوت کرتا ہوں۔ میں نے کہا پہلے تم ہماری دعوت کھاؤ پھر میں تمہاری کھاؤں گا۔ دیکھو چوہڑوں چماروں سے چھوت چھات نہیں کی جاتی۔ انہیں کہا جاتا ہے۔ تم مسلمانوں سے چھوت چھات کرو تو ہم تمہارے ہاتھ کا کھالیں گے۔ کیا وہ مسلمانوں سے زیادہ صاف و ستھرے ہوتے ہیں۔ نہیں صفائی کا کوئی سوال ہی نہیں۔ سوال تمدنی اور قومی ہے۔ کہ اپنا گھر بھرنا ہے۔ پس اگر ہندو سیانے ہیں تو ہم بھی عقل کی بات کریں تو فساد کیوں پیدا ہو سکتا ہے۔ جو اس بات کو فساد کا موجب قرار دیتا ہے وہ خود فساد پھیلاتا ہے۔ غرض مضمون نگار کے تینوں اعتراض بالکل غلط ہیں۔ یہ غلط ہے کہ لاٹھی رکھنے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ فساد نہ لاٹھی رکھنے سے پیدا ہوتا ہے نہ تلوار اور بندوق رکھنے سے۔ بلکہ ان کے ناجائز استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ ہتھیار رکھنے کی تعلیم سارے بزرگوں نے دی ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنے پیروؤں سے کہا ہے۔ سکھوں کے گورو صاحب نے بھی اس کے متعلق تعلیم دی ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مسیح نے یا سکھوں کے گورو نے فساد کی تعلیم دی ہے۔ یہ سب نیک لوگ تھے اور بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کی اخلاقی حالت کی درستی اور اصلاح کے لئے یہ تعلیم دی۔ اب کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ اسلحہ کے متعلق لائسنس کی شرط اڑادے اور ہر ایک کو رکھنے کی اجازت دے دے۔ اس طرح اگر امن میں خلل نہیں پڑتا۔ تو پھر سونٹا رکھنے سے کس طرح پڑ سکتا ہے۔

اسی طرح لوگوں کو تبلیغ کرنے کی تعلیم ہے۔ تمام بزرگ مسلمانوں کے انبیاء' ہندوؤں کے رشی اور سکھوں کے گرو اسی مشن کو لے کر دنیا میں آئے۔ اور اس پر عمل کرتے رہے۔ اگر وہ فساد پھیلانے والے نہ تھے۔ تو میں ایسی تسلیم دینے سے کس طرح فساد پھیلانے والا ہو گیا۔ اسی طرح یہ کہنا غلط ہے کہ میں نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے بائیکاٹ کرنے کے لئے کہا ہے۔ پس جو اعتراض کئے گئے ہیں۔ وہ درست نہیں ہیں۔ اگر کوئی دلیل سے ثابت کر دے کہ یہ باتیں فساد پیدا کرنے والی ہیں تو آج ہی انہیں واپس لینے کے لئے تیار ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا یہ تعلیم دینا ظلم ہے تو انہیں اسی وقت چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ وہی باتیں جب ہندو کریں تو فساد نہ پیدا ہو۔ لیکن جب ہم کریں تو فساد پیدا ہو۔ آخر میں میں اپنی جماعت اور دوسرے مسلمانوں سے پھر کہتا ہوں کہ وہ ان تینوں باتوں پر نہایت پابندی اور پختگی کے ساتھ عمل کریں۔ جہاں قانوناً منع نہ ہو وہاں لوگ اپنے ہاتھ میں سونٹا رکھیں۔

اسلام کی تبلیغ ہر جگہ کریں۔ مگر جو ہندو ہم سے چھوت چھات کرتے ہیں ان سے چھوت چھات کریں۔ ان سے کھانے پینے کی چیزیں نہ خریدیں۔ ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں نہ کھائیں۔ ہاں جو ہندو ایسے ہوں۔ جو مسلمانوں سے اس قسم کی چیزیں خرید لیں ان سے پرہیز نہیں کرنا چاہئے۔ یہ نہایت ضروری باتیں ہیں۔ ان کی طرف ہر مسلمان کو توجہ کرنی چاہئے۔

(الفضل ۳/ جون ۱۹۲۷ء)

ل؎ متی باب ۵ آیت ۳۹ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی مرزا پور مطبوعہ ۱۸۷۰ء